إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا (الاسراء:۲۷)

اخراجات میں میانہ روی کی ضرورت واہمیت پر
کتاب وسنّت کی روشنی میں مختصر تحریر بنام

فضول خرچی سے بچیں



ازقلم

مفتی کمال احمد علیمی نظامی

استاذ و مفتی دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

ناشر: مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی انڈیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ وَکَانَ الشَّیۡطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوۡرًا (الاسراء:۲۷)

اخراجات میں میانہ روی کی ضرورت واہمیت پر
کتاب وسنّت کی روشنی میں مختصر تحریر بنام

فضول خرچی سے بچیں



ازقلم

مفتی کمال احمد علیمی نظامی

استاذ و مفتی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

ناشر: تبلیغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی انڈیا

نام کتاب : فضول خرچی سے بچیں

مصنف : حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی نظامی

استاذ و مفتی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

تقدیم : حضرت علامہ مولانا افتخار احمد علیمی

سابق استاذ دار العلوم اہلسنّت تدریس الاسلام بسڈیلہ، سنت کبیر نگر

طباعت : ۱۴۴۵ھ / ۲۰۲۴ء

ناشر : مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی، انڈیا

صفحات : ۳۶

Book's Name : **Fuzool Kharchi Se Bacen**

Author : Mufti Kamal Ahmad Alimi Nizami

Publisher : Muballigh-e-Islam Research Centre
Mumbai (India)

Publishing Year : 1445 A.H. / 2024 C.E.

ملنے کے پتے

[۱] مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی، انڈیا

[۲] مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر، جمدا شاہی، بستی، یوپی

[۳] دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

[۴] دار العلوم علیمیہ نسواں، جمدا شاہی، بستی، یوپی

[۵] علیمی کتب خانہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

فہرست مضامین

◆◆◆

انتساب

مجھے نور علم سے منور کرنے والے لائق صد احترام اساتذہ کرام

مجھے نعمت وجود بخشنے والے والدین کریمین

میرے ہر سکھ دکھ میں ساتھ دینے والے احباب واعزہ

کے نام

رب کریم سب کو سعادت دارین سے بہرہ ور فرمائے

کمال احمد علیمی نظامی

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تقدیم

اللہ رب العزّت نے امّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''امّت وسط'' یعنی ''درمیانی امّت'' کے گراں قدر اعزاز سے نوازا ہے، چناں چہ ارشاد فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا ۔[البقرۃ: ۱۴۳]

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمھیں کیا (امّتِ وسَط یعنی) سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو، اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

محی السنہ علامہ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی [م: ۵۱۶ھ] اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

كذالك جعلناكم امة وسطاً، أى عدلاً خياراً، قال الله تعالىٰ: ﴿قال أوسطهم﴾ أى خيرهم وأعدلهم، وخير الأشياء أوسطها، وقال الكبى: يعنى أهل دين وسط بين الغلو والتقصير لأنهما مذمومان فى الدين۔ (تفسیر بغوی مسمیٰ بہ معالم التنزیل، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت لبنان، اشاعت باردوم: ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء، جلد اول، ص: ۱۲۲)

''اُمَّةً وَّسَطًا'' یعنی تمام امتوں میں سب سے بہتر اور عادل تر، کیوں کہ سب سے بہتر چیز درمیان والی ہوتی ہے، اور کلبی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ غُلو وکوتاہی کے مابین درمیانی دین والا بنایا کیوں کہ دین میں غُلو وکوتاہی دونوں لائق مذمّت ہیں۔

اعتدال اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ صفت ہے، اسی لیے اللہ جل مجدہٗ الکریم نے سورہ فاتحہ میں اس طرح دعا مانگنے کی تلقین فرمائی ہے:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ [الفاتحہ: ۵]

ترجمہ: (اے ہمارے رب!) ہم کو سیدھا راستہ چلا۔

''صراط مستقیم'' (سیدھے راستے) کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور فقیہ ومفسّر ملّا احمد جیون علیہ الرحمہ [م: ۱۱۳۰ھ] لکھتے ہیں:

والصراط المستقيم هو الصراط الذي يكون على الشارع العام ويسلكه كل واحد من غير أن يكون فيه التفات إلىٰ شعب اليمين والشمال وهو الذي يكون معتدلاً بين الإفراط والتفريط وهٰذا صادق علىٰ شريعة محمد صلى اللّٰه عليه وسلم لأنها متوسطة بين الإفراط الذي في دين موسىٰ عليه السلام والتفريط الذي في دين عيسىٰ عليه السلام وعلىٰ عقائد السنة والجماعة فإنها متوسطة بين الجبر والقدر وبين الرفض والخروج وبين التشبية والتعطيل الذي في غيرها وعلى طريق سلوك جامع بين المحبة والعقل فلا يكون عشقاً محضاً مفضياً إلى الجذب ولا عقلاً صرفاً موصلاً إلى الإلحاد والفلسفة نعوذ باللّٰه منه.

''صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو شاہ راہ پر ہوتا ہے، اور اس پر ہر شخص دائیں بائیں متوجہ ہوئے بغیر چلتا ہے، وہ راستہ افراط وتفریط کے بیچ اعتدال والا راستہ ہوتا ہے، صراط مستقیم شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آتا ہے کیوں کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کے افراط اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی تفریط کے درمیان ہے، یوں ہی صراط مستقیم، عقائد اہل سنت وجماعت پر صادق آتا ہے کیوں کہ عقائد اہل سنت جبریہ اور قدریہ کے عقائد، روافض اور خوارج کے عقائد، فرقۂ مشبّہہ اور معطّلہ کے عقائد کے مابین درمیانی عقائد ہیں، اسی طرح صراط مستقیم کا اطلاق اس طریقِ سلوک پر بھی ہوتا ہے جو محبت اور عقل دونوں کو جامع ہے لہٰذا یہ نہ تو عشق محض ہے جو جذب تک پہنچا دے اور نہ عقل محض ہے جو بے دینی وفلسفہ تک لے جائے۔'' [شرح منار مسمّیٰ بہ نور الانوار، مجلس برکات، اشاعت: ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء، ص:۶-۵]

ذکر کردہ آیات طیبات اور ان کی تفاسیر بینات سے نمایاں طور پر واضح ہو گیا کہ افراط وتفریط کے درمیان ہی خیر موجود ہوتا ہے، عقائد وعبادات سے لے کر اخلاق ومعاملات تک زندگی کے ہر شعبہ میں بہتر وہی عمل یا ردّ عمل ہوتا ہے جس میں اعتدال یعنی میانہ روی ہو، جو افراط وتفریط سے پاک ہو۔

یہ ایسی چیز ہے جسے دنیا کی ہر قوم اور ہر فرد تسلیم کرتا ہے، چنانچہ فرانس کے آخری مطلق العنان حکمراں لوئیس شاز دہم (Louis XVI) کی سیاسی ناکامیوں کی وجہ سے انقلاب فرانس کی ابتدا ہوئی

اور ۱۷۸۹ء میں فرانس قومی اسمبلی میں ایک اہم اجلاس ہوتا ہے جس کے ممبران دو حصوں میں منقسم تھے۔

اول: مذہبی رہنما، وزراے سلطنت اور نوکر شاہ قسم کے لوگ جو پرانے نظامِ حکومت کو برقرار رکھنے کے حامی تھے اور دائیں جانب والی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

دوم: سماجی طور پر دبے کچلے اور مزدور طبقے کے نمائندے جو پرانے نظامِ حکومت کی تبدیلی اور جمہوری نظامِ حکومت کے حامی تھے اور یہ لوگ بائیں جانب والی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہیں سے رائٹ وِنگ (Right Wing) اور لفٹ وِنگ (Left Wing) سیاسی اسپکٹرم (Political Spectrum) کے تصوّرات لیے گئے۔

دائیں بازو (Right Wing) کی سیاست میں قدامت پسندی (Conservatism)، قومیت پسندی (Nationalism)، روایت پسندی (Traditionalism) وغیرہ پر زور دیا جاتا ہے جب کہ بائیں بازو (Left Wing) کی سیاست میں جمہوریت (Democracy)، اشتراکیت (Communism)، سوشلزم (Socialism) وغیرہ کو اہمیت حاصل ہے۔

انتہائی بائیں بازو کے سیاست کی مثال کمیونسٹ (Communist) ہیں جو لادینیت کے حامی و ناشر ہوتے ہیں اور مذہب اور مذہبی لوگوں سے شدید اختلاف رکھتے ہیں، اِن لوگوں کے انسانیت سوز کارنامے تاریخ کے صفحات میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہی حال انتہائی دائیں بازو کی سیاست کا بھی ہے، جس کی مثال فاشزم (Fascism) ہے، فاشسٹ (Fascist) بھی خونِ ناحق بہانے میں کمیونسٹ (Communist) سے کم نہیں ہے، ہٹلر کو کون نہیں جانتا، ہزاروں لاکھوں جانیں اس کی قومیت پرستی کی بھینٹ چڑھ گئیں، اسی طرح ہندوستان میں موجود راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ (آر. ایس. ایس.) جس کے تصوّرِ وطنیت و قومیت میں براہیمی ادیان کے پیروکار یعنی مسلمان، عیسائی اور یہودی ہیں ہی نہیں۔

ان دونوں انتہائی نظریات کے بیچ اعتدال پسندی یا Moderatism ہوتا ہے، اور اسی کو سب

سے بہتر مانا جاتا ہے کیوں کہ اس نظریہ میں چھوٹے بڑے ہر ایک کے حقوق کی ضمانت ہوتی ہے، سیاسی نظریاتی اعتبار سے اسلامی سیاست سراسر عدل وانصاف، میانہ روی اور اعتدال پسندی پر مبنی ہے۔

بہر کیف! بہتر وہی ہے جو اعتدال میں ہو، افراط وتفریط دونوں ناپسندیدہ اور مبغوض ہیں، دینی اعتبار سے بھی اور سماجی اعتبار سے بھی، یہ بات مال ودولت، عقل وخرد، زیب وزینت، کھانا پانی، لباس وبستر دنیا کی ہر ہر نعمت کے استعمال میں ملحوظ ہونی چاہیے، کیوں کہ تمام نعمتیں اللہ جل مجدہٗ الکریم کی امانت ہیں، انھیں اتنا ہی استعمال میں لانا یا خرچ کرنا ہے جتنے کی ہمیں اجازت ہے، اس لیے کہ ہر نعمت کے بارے میں قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔ قرآن فرماتا ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ [التکاثر: ۸]

ترجمہ: پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی۔

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’(وہ نعمتیں) جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی تھیں صحت وفراغ وامن وعیش ومال وغیرہ جن سے دنیا میں لذتیں اٹھاتے تھے، پوچھا جائے گا یہ چیزیں کس کام میں خرچ کیں، ان کا کیا شکر ادا کیا‘‘۔

مال ودولت میں اسراف (فضول خرچی) کرنے والوں کے لیے قرآن کریم میں بڑی وعیدیں آئی ہیں، حتیٰ کہ فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے، فرمان الٰہی ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝۲۶ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝۲۷ [بنی اسرائیل: ۲۶۔۲۷]

ترجمہ: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اڑا، بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

دوسری جگہ اسراف (فضول خرچی) سے یوں روکا گیا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ [الاعراف: ۳۱]

اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیؤ اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

ایک اور مقام پر یوں فرمایا گیا:

وَلَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۱۴۱﴾ [الانعام: ۱۴۱]

ترجمہ: اور بے جانہ خرچو، بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔

نعمتوں کے صحیح استعمال کا طریقہ بتاتے ہوئے قرآن کریم نے واضح کر دیا کہ خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لیا جائے اور نہ ہی بے جا خرچ کیا جائے، بلکہ اعتدال سے کام لینا چاہیے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ﴿۲۹﴾ [بنی اسرائیل: ۲۹]

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

"یہ تمثیل ہے جس سے انفاق یعنی خرچ کرنے میں اعتدال ملحوظ رکھنے کی ہدایت منظور ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو گویا کہ ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے، دینے کے لئے ہل ہی نہیں سکتا ایسا کرنا تو سببِ ملامت ہوتا ہے کہ بخیل کنجوس کو سب بُرا کہتے ہیں اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لئے بھی کچھ باقی نہ رہے"۔

زیر نظر کتاب "فضول خرچی سے بچیں" خرچ میں اسراف و تبذیر اور بخالت و کنجوسی کی خرابیوں اور نعمتوں کے استعمال کے صحیح طریقۂ کار پر روشنی ڈالتی ہے، مولف کتاب حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی نظامی دنیائے علم و فضل میں اپنی ایک انفرادی شناخت رکھتے ہیں، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی کے ایک لائق و فائق استاذ و مفتی کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں، قرطاس و قلم سے آپ کا شغف اتنا زیادہ ہے کہ عوام و خواص انہیں "ماہر زبان و قلم" کے گراں قدر

خطاب سے یاد کرتے ہیں اور اِن کی تکریم میں فخر علیمیہ، نازش علیمیہ، معتمد مشائخ جیسے مہتم بالشان القابات وخطابات سے نوازتے ہیں۔

تصنیف وتالیف میں تو آپ ضرب المثل بن چکے ہیں، ساتھ ہی ساتھ وعظ وخطابت میں بھی ایک نمایاں مقام حاصل ہے، مزید براں فقہ وفتاویٰ میں بھی اچھی دسترس رکھتے ہیں: سچ ہی کہا ہے، شیخِ شیراز نے: ع

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خداے بخشندہ

درجنوں فتاویٰ جات ناچیز نے ''علیمی دارالافتا'' کے تحت دیکھے اور پڑھے ہیں، وقت ضرورت دینی مسائل کی تفتیش وتحقیق کے لیے رجوع بھی کرتا رہتا ہوں، آپ کی ذات حق گوئی وبے باکی کا پیکر، سلف وخلف کے روایتوں کی مظہر، بزرگوں کی مؤدب، نازِ اکابر اور اعتمادِ اصاغر کا مجسمہ ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ مولاے کریم آپ کو اسی طرح خدمت دین کی مزید توفیق بخشے، اس دینی خدمت کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور بندگان خدا کو اس سے مستفید فرمائے۔ آمین ثم آمین

دعاگو ودعاجو

افتخار احمد خان علیمی نظامی

مقیم حال: شہر بستی - متوطن: پگار ضلع بستی

سابق استاذ : دارالعلوم اہلسنّت تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

مورخہ : ۱۸/رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۳۰/جنوری ۲۰۲۴ء بروز سہ شنبہ

◆◆◆

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فضول خرچی کا مفہوم اور حکم شرعی:

عربی زبان میں فضول خرچی کو اسراف کہتے ہیں، سب سے پہلے اس کے معنی ومفہوم کا سمجھنا ضروری ہے، اس کے بعد ان شاء اللہ تعالی اس کا شرعی حکم بیان کیا جائے گا۔

اسراف کا معنی:

لغت میں اسراف کا معنی حد اعتدال سے آگے بڑھنا ہے، اصطلاح میں اسراف محل ضرورت میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔

اسراف کا معنی عام ہے:

اسراف صرف مال ہی میں نہیں ہوتا ہے، بلکہ ہر انسانی فعل میں ہوسکتا ہے، چناں چہ کلیات کفوی میں ہے: **وقال الراغب: (السرف: تجاوز الحد في كلِّ فعل يفعله الإنسان، وإن كان ذلك في الإنفاق أشهر)** (الكليات للكفوى:۱۱۳)

ترجمہ: اسراف ہر اس فعل میں حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے جسے انسان انجام دیتا ہے، اگرچہ یہ انفاق مالی میں زیادہ مشہور ہے۔

اسراف کے متعدد گوشے:

اسراف کے بہت سارے معانی اور مقامات ہیں، چناں چہ میر سید شریف جرجانی فرماتے ہیں:

الإسراف: هو إنفاق المال الكثير في الغرض الخسيس، وقيل تجاوز الحدِّ في النفقة، وقيل: أن يأكل الرجل ما لا يحلُّ له، أو يأكل مما يحل له فوق الاعتدال، ومقدار الحاجة، وقيل: الإسراف تجاوز في الكمية، فهو جهل بمقادير الحقوق (التعریفات: ص۵۱)

ترجمہ: اسراف حقیر مقصد میں کثیر مال کا خرچ کرنا ہے، ایک قول کے مطابق نفقہ میں حد سے آگے بڑھنے کا نام اسراف ہے، ایک قول کے مطابق اسراف کا مطلب یہ ہے کہ انسان ناحق چیز کھائے، یا مباح چیز سے حد اعتدال اور مقدار ضرورت سے زیادہ کھانا ہے، کچھ نے کہا کہ اسراف کمیت میں حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے، یعنی حقوق کے مقادیر سے جہالت ہے۔

تبذیر کا معنیٰ:

اس کا معنیٰ اسراف کے معنیٰ سے قریب ہے، چناں چہ تعریفات ہی میں ہے:

فی الاصطلاح: قال الشافعي: (التبذير إنفاق المال في غير حقّه) وقيل: التبذير صرف الشيء فيما لا ينبغي وقيل: هو تفريق المال على وجه الإسراف۔ (التعريفات: ص٢٤)

ترجمہ: تبذیر کے اصطلاحی معنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول مال کو ناحق خرچ کرنا ہے، ایک قول کے مطابق مال کو نامناسب جگہ خرچ کرنا تبذیر ہے، کچھ کے بقول مال کو فضول طریقے پر خرچ کرنے کو تبذیر کہتے ہیں۔

کارِخیر میں خرچ کرنا اسراف نہیں:

اسراف عموماً معصیت میں ہوتا ہے، کارِخیر میں مال خرچ کرنا اسراف نہیں، چناں چہ حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمہ سے پُوچھا گیا کہ سخاوت کیا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا مال خود خرچ کرنا۔ پھر پوچھا: حزم کیا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لئے مال روکے رکھنا۔ پھر پُوچھا گیا: اِسراف کیا ہے؟ فرمایا: اِقْتِدار کی چاہت میں مال خرچ کرنا۔ (احیاء العلوم، ج۳ ص۷۳۹)

معروف واقعہ ہے کہ حسن بن سہل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے سے روایت ہے کہ حسن بن سہل نے کسی پانی پلانے والے کو اپنے گھر میں دیکھا تو اُس کا حال پوچھا۔ اس نے اپنی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بیٹی کی شادی کا اِرادہ ظاہر کیا۔ حسن بن سہل نے اُس کی پریشانی دیکھتے ہوئے اُسے ایک ہزار درہم دینے کا ارادہ کیا، لیکن غلطی سے اُسے دس لاکھ درہم دے دیے۔ حسن بن سہل کے اہلِ خانہ نے اِس عمل کو پسند نہ کیا اور حسن بن سہل کے پاس جانے سے خوف زدہ ہوئے۔ پھر وہ رقم کی واپسی کے لیے غسان بن عباد کے پاس گئے جو خود بھی سخی ہونے کی شہرت رکھتا تھا۔ اُس نے کہا: أيها الأمير! إن الله لا يحب المسرفين. ''اے امیر! بے شک اللہ تعالیٰ اِسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' اِس پر حسن بن سہل نے کہا: ليس في الخير إسراف. ''خیر میں کوئی اِسراف نہیں۔'' پھر حسن نے پانی پلانے والے کے حال کا ذکر کیا اور کہا: والله! لا رجعت عن شيء خطّته يدي. ''اللہ رب العزت کی قسم! میں اپنے ہاتھوں سے دیے گئے دراہم میں سے کچھ بھی واپس نہیں لوں گا۔'' پس سقہ کو اُن تمام دراہم کا حق دار ٹھہرا دیا گیا۔ (المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، ١١/٣٤٠)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ليس في الحلال اسراف، وإنما السرف في إرتكاب المعاصي۔ (مغني المحتاج إلي معرفة معاني ألفاظ المنهاج ١/ ٣٩٣) ''حلال میں کوئی اِسراف نہیں، اِسراف صرف نافرمانی کے

اِرتکاب میں ہے۔''

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الحلال لا یحتمل السرف۔ ''حلال کام میں اِسراف کا اِحتمال نہیں ہوتا۔''(ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء:٦/٣٨٢)۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا:''میلاد شریف میں جھاڑ، فانوس، فروش وغیرہ سے زیب وزینت اِسراف ہے یا نہیں؟''تو آپ نے ارشاد فرمایا:''علما فرماتے ہیں: لَاخَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ وَ لَااِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ۔ اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے میں کوئی اسراف نہیں،تو جس شے سے تعظیمِ ذکر شریف مقصود ہو، ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتی۔

اِحیاءُالعلوم شریف میں سید ابو علی رُودباری سے نقل ہے کہ ایک بندہ صالح نے مجلسِ ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شمعیں روشن کیں۔ایک شخص ظاہر بیں پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگے۔بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جاکر فرمایا کہ جو شمع مَیں نے غیرِ خدا کے لئے روشن کی ہو وہ بجھادیجیے۔کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوتی۔(فتاویٰ رضویہ ٩/١١٩)

فتاوی رضویہ ہی میں ہے:

رہا بعض جاہل وہابیوں کا یہ خیال کہ یہ اسراف ہے(مجھے اپنی بقا کی قسم)وہابیوں میں سوائے جہالت کے کچھ نہیں، لہذا اقول وہابیہ کہ یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے تو ان کا یہ قول معنی اسراف سے جہالت ہے اور اس سے بھی عظیم جہالت ان کے بڑے جاہل سے صادر ہوئی، اس نے کام کی حرمت میں قرآن مجید کی آیۂ مبارک پڑھ لی کہ بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور وہ بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اچھی اور بری غرض اور بے فائدہ کام میں خرچ کرنے میں کتنا واضح اور کھلا فرق ہے، اگر ہر خرچ کرنا مباح کام میں بلکہ اچھی غرض میں اسراف اور مذموم ہوتا تو جب اسی کا اس سے معمولی درجہ میں بھی حصول ممکن ہوتا پھر کھانے، پینے، نکاح کرنے، سواری، لباس اور جائے سکونت اور ان سب میں وسعت اختیار کرنا حرام ہوتا، حالاں کہ یہ اتفاق امت کے بالکل خلاف ہے اور صریح نصوص اس میں بغیر کسی نزاع کے وارد ہیں۔غور کیجیے کہ ہمارا پروردگار عزت وعظمت کا مالک اپنے محبوب کریم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمارہا ہے: فرمادیجیے: کس نے حرام کردی اللہ تعالیٰ کی وہ زیب وزینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی اور وہ پاکیزہ کھانے کی چیزیں۔(فتاویٰ رضویہ ٢٣/٦٤)

اسی میں مزید ہے:

تم دیکھتے ہو کہ ان روکنے والوں، اللہ تعالٰی پر جرأت کرنے والوں کو ایسی چیز سے جو ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حرام ہے اور یہ منع ہے کہ لوگ رنگارنگ کھانے کھاتے ہیں، باریک اور پتلا لباس پہنتے ہیں اور یہ اور وہ کرتے ہیں، کاش وہ لوگ اس دسویں حصے پر اکتفا کرتے جو انھوں نے خرچ کیا تو کافی تھا۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ دف بجانا بھی خرچ سے خالی نہیں یا تو دف خریدنے پر خرچ آئے گا یا بجانے کی اجرت دینی پڑے گی اور شاید بارود کی قیمت سے زیادہ ہو، اور خالص اسراف یہ ہے کہ ایسی غرض کے لئے خرچ کیا جائے جس میں کوئی حسن و خرابی اور فائدہ نہ ہو اور یہ میانہ روی سے متجاوز ہو، لہذا غور کیجیے کہ یہ کہاں اور وہ کہاں اور اللہ تعالٰی تیری ہدایت کا مالک ہے۔ ہاں اگر کسی نے آپس کے خرچ کرنے سے فخر کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بالکل حرام ہے کیوں کہ اللہ تعالٰی اترانے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، لہذا حرمت کا دف اور بندوق سے کوئی اختصاص نہیں بلکہ اگر آپس میں تفاخر سے تلاوت کلام پاک کی جائے تو یہ بھی حرام اور ممنوع ہے۔ پس اس صورت میں تلاوت کرنے والا گنہ گار اور گناہ برداشتہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۴)

فضول خرچی والے مختلف امور

مروجہ تعزیہ داری:

مروجہ تعزیہ داری سخت ناجائز و حرام ہے، اس میں بہت ساری قباحتوں کے ساتھ اسراف بھی ہے، اس لیے اس سے کامل احتراز چاہیے، امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: علم تعزیے تخت میں جو کچھ صرف ہوتا ہے سب اسراف و حرام۔ (فتاوی رضویہ ۲۴ / ۱۰۷)

آتش بازی:

مواقع مسرت پر آتش بازی عام سی بات ہے، مگر اب اہل اسلام خاص تیوہاروں پر بھی آتش بازی اور لہو ولعب کرتے ہیں، چناں چہ شب براءت، شب قدر اور اس طرح کی مبارک راتوں میں پٹاخے داغے جاتے ہیں، جس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ہے، بس غیروں کی نقل کی جاتی ہے، بے جا تفریح ہوتی ہے، تضییع وقت کے ساتھ تضییع مال بھی ہوتی ہے، اس تعلق سے امام اہل سنت اعلی حضرت

امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شب برات میں حلوہ وغیرہ بناتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور آتشبازی وغیرہ چھوڑتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟۔

آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حلوہ وغیرہ پکانا، فقرا پر تقسیم کرنا، احباب کو بھیجنا جائز ہے، اللہ کے فضل ونعمت پر خوشی کرنے کا قرآن مجید میں حکم ہے، جائز خوشی ناجائز نہیں۔ آتشبازی اسراف و گناہ ہے۔ (فتاوی رضویہ ۲۳ / ۱۸٤)

ایک مسرفانہ رواج:

بنگال میں یہ رواج تھا کہ وہاں جب بچے کی پیدائش ہوتی تھی تو اس کے لیے نیا کمرہ تیار کیا جاتا تھا، پہلے سے موجود کمرے میں بچے کی ولادت کو منحوس سمجھا جاتا تھا، اس رسم میں شرعی مزاج کی خلاف ورزی کے ساتھ بے جا اسراف کا پہلو بھی پایا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ نے اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا، فتاوی رضویہ میں ہے:

علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس رسم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بنگال میں یہ رواج ہے کہ نومولود کی ولادت کے لئے اس کی ولادت سے قبل الگ کمرہ تعمیر کیا جاتا ہے اور پہلے سے تعمیر شدہ مکان جہاں وہ رہائش پذیر ہوتے ہیں اس میں نئے بچے کی ولادت منحوس خیال کی جاتی ہے۔ کیا ان کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے ہوتا تھا یا نہیں؟۔

جواب: یہ قبیح رسم اس پاک زمانے میں بالکل نہ تھی، بلکہ اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک بلکہ اب تک عام اسلامی ممالک میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا، یہ ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم کے مشابہ بلکہ ان سے بھی بدتر ہے، کیوں کہ ہندو بھی ایسا نہیں کرتے، اگر یہ عمل بدفالی اور گمراہی کے خیال سے نہ ہو تب بھی بوجہ اسراف معیوب ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لوگو! بے جا خرچ کرنے سے پرہیز کرو۔ (فتاوی رضویہ ۲۳ / ۵۱)

بے فائدہ اور فضول لائٹنگ:

خوشی کے موقع پر، یا بزرگوں کے اعراس وغیرہ میں چراغاں کرنا، لائٹنگ کرنا سب درست ہے،

مگر بہت سارے لوگ بے فائدہ اور فضول روشنی کرتے ہیں، یہ اسراف ہے، چناں چہ اس بارے میں فتاوی رضویہ کا یہ فتوی لائق دید ہے:

روشنی کا بے فائدہ اور فضول استعمال جیسا کہ بعض لوگ ختم قرآن والی رات یا بزرگوں کے عرسوں کے مواقع پر کرتے ہیں، سیکڑوں چراغ عجیب وغریب وضع وترتیب کے ساتھ اوپر نیچے اور باہم برابر طریقوں سے رکھتے ہیں محل نظر ہے اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے، چنانچہ فقہاے کرام نے کتب فقہ مثلاً غمز العیون وغیرہ میں اسراف (فضول خرچی) کی بنا پر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں اسراف صادق آئے گا وہاں پرہیز ضروری ہے۔ اللہ تعالی پاک ــــ برتر اور خوب جاننے والا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ / ۴۸)

ابٹن لگانے کے وقت گڑ تقسیم کرنا اسراف نہیں:

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ تخمینا ماہ سوا ماہ شادی سے قبل دولھا اور دولھن کو ابٹن ملا جاتا ہے، اس کے لئے اپنے خویش واقارب برادری کی عورتیں بلائی جاتی ہیں، دولھا خود بالغ ہو یا نابالغ ان کو اکثر وہ عورتیں جن سے رشتہ مذاق کا ہوتا ہے وہی بدن وغیرہ سارے بدن میں ابٹن لگاتی ہیں اور اس کے بعد سب کو گڑ تقسیم کیا جاتا ہے یہ اسراف ہے یا نہیں؟

الجواب: ابٹن ملنا جائز ہے اور کسی خوشی پر گڑ کی تقسیم اسراف نہیں اور دولھا کی عمر نو دس سال کی ہو تو اجنبی عورتوں کا اس کے بدن میں ابٹن ملنا بھی گناہ وممنوع نہیں۔ ہاں بالغ کے بدن میں نامحرم عورتوں کا ملنا ناجائز ہے اور بدن کو ہاتھ تو ماں بھی نہیں لگا سکتی یہ حرام اور سخت حرام ہے۔ اور عورت ومرد کے مذاق کا رشتہ شریعت نے کوئی نہیں رکھا یہ شیطانی وہندوانی رسم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۲ / ۳۵)

حد سے زیادہ عمامے کا شملہ اسراف ہے:

امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا:

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ دستار کا شملہ کہاں تک رکھنا مسنون ہے۔ اور کہاں تک رکھنا مباح اور کہاں تک رکھنا ممنوع وغیر مشروع حرام ہے۔ اگر کسی شخص نے ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھا دوسرے نے بولا ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھنا حرام ہے۔ آیا یہ کہنا بموجب شرع کے ہے یا نہیں؟ آیا یہ قائل گنہگار ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ)

آپ نے جواب دیا:

الجواب: شملے کی اقل مقدار چار انگشت ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ اور بعض نے نشتست گاہ تک رخصت دی یعنی اس قدر کہ بیٹھنے سے موضع جلوس تک پہنچے، اور زیادہ راجح یہی ہے کہ نصف پشت سے زیادہ نہ ہو، جس کی مقدار تقریباوہی ایک ہاتھ ہے۔ حد سے زیادہ داخل اسراف ہے۔ اور بہ نیت تکبر ہو تو حرام، یوں ہی نشست گاہ سے بھی نیچا مثلا رانوں یا زانوں تک یہ سخت شنیع وممنوع۔ ڈیڑھ ہاتھ کا شملہ اگر بہ نیت تکبر نہ ہو تو اسے حرام کہنا نہ چاہئے۔ خصوصا اس حالت میں کہ بعض علمانے موضع جلوس تک بھی اجازت دی مگر حرام کہنے والے کو گنہگار بھی نہ کہیں گے جب کہ اس نے حرام بمعنی عام یعنی ممنوع لیا ہو جو مکروہ تحریمی کو شامل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ۲۲ / ۱۸)

گھر بھوج، ولادت اور ختنہ کا کھانا اسراف نہیں:

بچے کی پیدائش کے چھٹے اور بارہویں دن لوگ کھانا کرتے ہیں، یوں ہی ختنہ وغیرہ کے وقت دعوت کا اہتمام کرتے ہیں، نئے مکان میں رہائش شروع کرنے کے وقت بھی اعزا واقربا کو کھاتے پلاتے ہیں، اس کھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے، اسے جاننے کے لیے فتاوی رضویہ کا فتوٰی ملاحظہ فرمائیں:

تقریب ولادت یا ختنہ یا گھر بھوج یعنی تیاری مکان میں اکثر لوگ کھانا کرتے ہیں یہ اسراف ہے یا نہیں اور ان دعوتوں میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں جب کہ اس تقریب میں عورتیں مکان کے اندر ڈھولک سے گاتی بجاتی ہیں اگر چہ مجلس دعوت میں کچھ نہ ہو۔ **الجواب:** مجلس دعوت میں ہو یا دوسرے مکان میں سب کے احکام مفصل اوپر گزرے، اور جب کہ منکرات شرعیہ نہ ہوں اور کھانا نیت محمودہ سے ہو تو اسراف نہیں۔ اور ریا وتفاخر کے لئے ہو تو حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ ۲۱ / ۱۴۱)

بلاضرورت گھی جلانا اسراف ہے:

کچھ لوگ چراغ میں گھی جلاتے ہیں، اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

بلاضرورت گھی جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ اور فاتحہ وقرآن خوانی اور درودخوانی کے لئے اگر چراغ کے قرب کی حاجت ہو اور اس خیال سے کہ تیل میں کبھی بدبُو آتی ہے گھی سے چراغ روشن کرے اور اس لحاظ سے کہ استعمال چراغ صاف نہیں ہوتا اور کورے میں جلائیں تو گھی پیے گا اور بے کار

جائے گا لہٰذا آٹے کا چراغ بنائیں کہ آٹا پیے تو اس کی روٹی پک سکتی ہے، تو اس میں حرج نہیں، مگر یہ عادت کر لینی کہ بلا ضرورت بھی فاتحہ کے لیے گھی جلائیں وہی اسراف وحرام ہے، اور وہ صورتِ جواز جو ہم نے لکھی اس میں بھی وہ چراغ کھانے کے اوپر نہ رکھا جائے بلکہ کھانے سے الگ۔ (فتاوی رضویہ ۹ / ۱٤۸)

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چراغاں اسراف نہیں:

ولادت رسول پر اظہارِ مسرت محبت رسول کا تقاضا ہے، دنیا میں اس کے متعدد طریقے رائج ہیں، ان میں سے ایک معروف طریقہ چراغاں کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ولادت پر ستاروں سے چراغاں کیا تھا، اسی لئے اس کے بندے اپنی حیثیت کے مطابق میلاد رسول پر روشنی کا اہتمام کرتے ہیں، کچھ لوگ اس کو اسراف کہہ کر ناجائز وحرام قرار دیتے ہیں، حالاں کہ یہ اسراف نہیں، اس حوالے سے امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

رہا بعض جاہل وہابیوں کا یہ خیال کہ یہ اسراف ہے (مجھے اپنی بقا کی قسم) وہابیوں میں سوائے جہالت کے کچھ نہیں، لہذا قول وہابیہ کہ یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے تو ان کا یہ قول معنی اسراف سے جہالت ہے اور اس سے بھی عظیم جہالت ان کے بڑے جاہل سے صادر ہوئی اس نے کام کی حرمت میں قرآن مجید کی آیۃ مبارک پڑھ لی کہ بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور وہ بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اچھی اور بری غرض اور بے فائدہ کام میں خرچ کرنے میں کتنا واضح اور کھلا فرق ہے، اگر ہر خرچ کرنا مباح کام میں بلکہ اچھی غرض میں اسراف اور مذموم ہوتا تو جب اسی کا اس سے معمولی درجہ میں بھی حصول ممکن ہوتا پھر کھانے، پینے، نکاح کرنے، سواری، لباس اور جائے سکونت اور ان سب میں وسعت اختیار کرنا حرام ہوتا، حالاں کہ یہ اتفاق امت کے بالکل خلاف ہے اور صریح نصوص اس میں بغیر کسی نزاع کے وارد ہیں۔

غور کیجیے کہ ہمارا پروردگار عزت وعظمت کا مالک اپنے محبوب کریم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے: فرما دیجیے: کس نے حرام کر دی اللہ تعالیٰ کی وہ زیب وزینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی اور وہ پاکیزہ کھانے کی چیزیں۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۳ / ٦٤)

مزید فرماتے ہیں: تم دیکھتے ہو کہ ان روکنے والوں، اللہ تعالیٰ پر جرأت کرنے والوں کو ایسی چیز سے جو ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حرام ہے اور یہ منع ہے کہ لوگ رنگا رنگ کھانے کھاتے ہیں، باریک اور پتلا لباس پہنتے ہیں اور یہ اور وہ کرتے ہیں۔ کاش وہ لوگ اس دسویں حصے پر اکتفا

کرتے جو انھوں نے خرچ کیا تو کافی تھا۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ دف بجانا بھی خرچ سے خالی نہیں، یا تو دف خریدنے پر خرچ آئے گا یا بجانے کی اجرت دینی پڑے گی اور شاید بارود کی قیمت سے زیادہ ہو، اور خالص اسراف یہ ہے کہ ایسی غرض کے لئے خرچ کیا جائے جس میں کوئی حسن وخوبی اور فائدہ نہ ہو اور یہ میانہ روی سے متجاوز، ہو لہٰذا غور کیجیے کہ یہ کہاں اور وہ کہاں، اور اللہ تعالیٰ تیری ہدایت کا مالک ہے۔ ہاں اگر کسی نے آپس کے خرچ کرنے سے فخر کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بالکل حرام ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اترانے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، لہٰذا حرمت کا دف اور بندوق سے کوئی اختصاص نہیں، بلکہ اگر آپس میں تفاخر سے تلاوت کلام پاک کی جائے تو یہ بھی حرام اور ممنوع ہے۔ پس اس صورت میں تلاوت کرنے والا گنہ گار اور گناہ برداشتہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں، لہٰذا اس باب میں ہماری یہی تحقیق ہے۔ اور ہمارا پاک پروردگار راہ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ہمارے آقا وسردار اور ان کی آل اولاد وصحابہ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی باران رحمت ہو۔ آمین! (مرجع سابق)

مزید فرمایا: حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی، اس میں ہزارہا چراغ روشن کیے، کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا، صاحب خانہ نے فرمایا: اندر آیئے جو چراغ میں نے غیر خدا کے لیے روشن کیا وہ گُل کر دیجیے، معترض اندر گئے، ہر چند کوشش کی ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے، آخر قائل ہو گئے وللہ الحمد (فتاوی ۹ / ۱۱۹)

نماز میں اسراف:

بلا وجہ ترک جماعت کرنا، ڈیوٹی پوری کرنے کی نیت سے بغیر خشوع وخضوع کے نماز پڑھنا اسراف فی الصلوۃ ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو وعید سنائی ہے، ارشاد ہے: **فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ. الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ** (الماعون: ۴-۵)

حدیث شریف میں ہے: **"إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عُشْرُ صَلَاتِهِ تُسْعُهَا ثُمْنُهَا سُبْعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا"** (أبو داود، الصلاۃ، حدیث رقم ۶۷۵)

ترجمہ: بے شک انسان نماز سے فارغ ہوتا ہے جب کہ اس کے نامہ اعمال میں نماز کا دسواں، نواں، آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تیسرا، آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔

روزے میں اسراف:

روزہ رکھ کر جھوٹ، غیبت، بدکاری جیسی مذموم حرکتیں کر کے روزے کی برکتوں سے محرومی بھی

بہت بڑا اسراف ہے، حدیث شریف میں ہے: "من لم یدع قول الزور و العمل بہ، فلیس لله حاجة في أن يدع طعامه و شرابه" (البخاري، الصوم: ٨، الأدب ١٩٠٣/٥١)

ترجمہ: جو جھوٹ بولنا اور کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے ترک طعام وشراب کی ضرورت نہیں۔

حج میں اسراف:

زرحرام سے حج کرنا، یا حج کرتے ہوئے رفث وفسوق سے نہ بچنا حج کی برکات وخیرات کو ضائع کرنا ہے، جو سراسر اسراف ہے، چناں چہ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ غلط طریقے سے حاصل ہونے والی رقم سے حج کرتا ہے تو لبیک کہنے پر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب ملتا ہے: "لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ، كَسْبُكَ حَرَامٌ، وَزَادُكَ حَرَامٌ، وَرَاحِلَتُكَ حَرَامٌ، فَارْجِعْ مَأْزُورًا غَيْرَ مَأْجُورٍ، وَأَبْشِرْ بِمَا يَسُوءُكَ..." (الهيثمي: ٢٠٩/٣)

ترجمہ: کوئی لبیک نہیں، نہ ہی تیرے لئے سعادت ہے، تیری کمائی، تیرا توشہ، تیری سواری، سب حرام ہیں، تو گنہ گار ہو کر جاؤ، تمھیں کوئی اجر نہیں ملنا، تمھیں اس کی بشارت ہے جو تمھارے لیے بری ثابت ہوگی۔

زکوٰۃ میں اسراف:

زکوٰۃ میں اسراف یہ ہے کہ دینے والا ضرورت مند کو دے کر احسان جتلائے، یا ریا کاری، تفاخر، تفوق اور احساس برتری کا شکار ہو جائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (البقرة: ٢٦٣-٢٦٤)

ترجمہ: اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ، حلم والا ہے۔ اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کر دو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی ہے تو اس پر زوردار بارش پڑی جس نے اسے صاف پتھر کر چھوڑا، ایسے لوگ اپنے کمائے ہوئے اعمال سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

دعا میں اسراف :

دعا میں دکھاوا کرنا، بے دلی سے مانگنا، بہت زیادہ شور شرابا کرنا، جماعت کے ساتھ بہت لمبی دعائیں کرنا یہ سب اسراف کے قبیل سے ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **يا أيها الناس اربعوا على أنفسكم، فإنكم لا تدعون أصم ولا غائبا، إنه معكم إنه سميع قريب، تبارك اسمه وتعالى جده۔** (المنهاج شرح مسلم: جزء: ۱۷ ص: ۱۹۲)

ترجمہ: اے لوگو! آرام سے دعا مانگو، کہ تم نہ تو کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو، وہ تو تمھارے ساتھ ہے، قریب ہے کہ سنتا ہے، اس کا نام مبارک، اور عظمت بڑی ہے۔

اس طرح کی دعا اخلاص کے خلاف اور روحانیت سے بہت دور ہے، اس سے حقیقی فیضان منقطع ہو جاتا ہے، اس کو اسراف فی الدعاء کہا گیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **"إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطَّهُورِ وَالدُّعَاءِ** (أبو داود، الطهارة: ج ۱ ص ۱۳، آفتاب عالم پریس لاهور)

ترجمہ: عن قریب اس امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو طہارت و دعا میں اسراف کریں گے۔

آبِ طہارت میں اسراف :

وضو یا غسل کرتے وقت ضرورت بھر پانی استعمال کرنا چاہیے، نہ حد سے کم نہ اس سے زیادہ، بہت سارے لوگ شیطانی وسوسے کا شکار ہو کر بلا وجہ کثیر پانی استعمال کرتے ہیں، انہیں شک کی بیماری ہوتی ہے، جس کی وجہ سے پانی جیسی عظیم نعمت کو بلا وجہ ضائع کرتے ہیں، جو اسراف کے دائرے میں آتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، نبی کریم علیہ السلام حضرت سعد کے پاس سے گزرے جب کہ وہ وضو کر رہے تھے، آپ نے حضرت سعد سے فرمایا: **مَا هَذَا السَّرَفُ؟، أجاب سعد - رضي الله عنه - قائلاً: أَفِي الْوُضُوءِ إِسْرَافٌ؟ فقال له الرسول - صلي الله عليه وسلم -: "نَعَمْ، وَإِنْ كُنْتَ عَلَى نَهَرٍ جَارٍ** (ابن ماجة، الطهارة: ۴۱۹)

ترجمہ: یہ کیسی فضول خرچی ہے؟ حضرت سعد نے عرض کیا: کیا وضو میں بھی فضول خرچی ہے؟ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اگر چہ تم بہتی نہر پر بیٹھ کر وضو کرو۔

اخراجات میں میانہ روی:

دین اسلام ایک معتدل مذہب ہے۔اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط، نہ غلو ہے نہ تقصیر، نہ دین موسوی کی طرح سختی ہے نہ دین عیسوی کی طرح حد سے زیادہ نرمی، بلکہ یہ افراط وتفریط کے بین بین ہے۔اسی لیے اس مذہب نے اپنے تمام پیروکاروں کو اعتدال کا حکم دیا ہے، نظام زندگی کے ہر شعبے میں میانہ روی کا امر فرمایا ہے۔خود پیغمبر اسلام نے قولاً وعملاً اعتدال کا مظاہرہ فرمایا اور تمام امت محمدیہ کو توسط واعتدال کے ساتھ زندگی پر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

مصارف واخراجات انسانی زندگی کا لازمہ ہیں، حوائج زندگی کی تکمیل کے لیے انسان کو انفاق کی ضرورت پیش آتی ہے، اپنے کمائے ہوئے مال سے خرچ کر کے انسان اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے، مذہب اسلام نے انسان کی اس شعبے میں بھرپور رہنمائی فرمائی ہے اور زندگی کی ہر موڑ پر انفاق میں میانہ روی کا درس دیا ہے۔اخراجات میں میانہ روی سے انسان کی معیشت مضبوط ہوتی ہے۔اس کی کمائی میں برکت ہوتی ہے، اس کے اہل وعیال خوش حال رہتے ہیں اور وہ کسی کا دست نگر نہیں رہتا ہے۔ذیل میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کتاب وسنت اور اقوال علما وکتب تفسیر وشروح حدیث سے اخراجات میں اعتدال وتوسط کی اہمیت وافادیت پیش کی جارہی ہے۔

اخراجات میں میانہ روی کتاب اللہ کی روشنی میں:

عباد الرحمن کی صفت:

وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَاماً۔ (الفرقان:٦٧)

ترجمہ: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔(کنزالایمان)

’’تفسیر ابن کثیر میں ہے: ای لیسوا بمبذرین فی انفاقھم فیصرفون فوق الحاجۃ ولا بخلاء علی اھلھم فیقصرون فی حقھم بل عدلا وخیارا‘‘(٦/١٢٤)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: اسراف معصیت میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں، ایک بزرگ نے کہا کہ اسراف میں بھلائی نہیں، دوسرے بزرگ نے کہا نیکی میں اسراف ہی نہیں اور تنگی کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے حقوق کے ادا کرنے میں کمی کرے، یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

نے فرمایا، حدیث شریف ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی حق کو منع کیا اس نے اقتار کیا یعنی تنگی کی اور جس نے ناحق میں خرچ کیا اس نے اسراف کیا۔ یہاں ان بندوں کے خرچ کرنے کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اسراف واقتار کے دونوں مذموم طریقوں سے بچتے ہیں۔

عبدالملک بن مروان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی بیاہتے وقت خرچ کا حال دریافت کیا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ اللہ عنہ نے فرمایا کہ نیکی دو بدیوں کے درمیان ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ خرچ میں اعتدال نیکی ہے اور وہ اسراف واقتار کے درمیان ہے۔ جو دونوں بدیاں ہیں، اس سے عبدالملک نے پہچان لیا کہ وہ اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں، مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں جن حضرات کا ذکر ہے وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کبار ہیں جو نہ لذت وتنعم کے لیے کھاتے نہ خوبصورتی اور زینت کے لیے پہنتے، بھوک روکنا، ستر چھپانا، سردی گرمی کی تکلیف سے بچنا اتنا ہی ان کا مقصد تھا۔ (ص ۵۲۹)

اخراجات میں بے اعتدالی شیطانی صفت ہے:

ارشاد الٰہی ہے: وَ آتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (بنی اسرائیل: ۲۶-۲۷)

ترجمہ: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اڑا، بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (کنز الایمان)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

ای فی التبذیر و السفه و ترک طاعة الله و لهذا قال: و کان الشیطان لربه کفورا ای حجودا لانه انکر نعمة الله علیه و لم یعمل بطاعته بل اقبل علی معصیته و مخالفته۔ (۵/ ۶۹)

ترجمہ: یعنی وہ شیطان کے بھائی ہیں، فضول اڑانے، حماقت اور اللہ کی نافرمانی میں، اور اسی لیے ارشاد ہوا کہ شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ یعنی منکر ہے، کیوں کہ اس نے اپنے اوپر ہونے والے انعام کا انکار کیا اور اس کی طاعت نہ کرکے اس کی مخالفت ومعصیت پر اتر آیا۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے۔

"یعنی ناجائز کام میں خرچ نہ کر، حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ تبذیر مال کا ناحق میں خرچ کرنا ہے۔" (ص ۴۱۲)

کھانے پینے میں اعتدال کا حکم:

”یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ“
(الاعراف:۳۱-۳۲)

ترجمہ:اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں،تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔(کنزالایمان)

التحریر والتنویر لابن عاشور میں ہے:

”ولا تسرفوا فی الاکل بکثرۃ لکل اللحوم والدسم، لان ذالک یعود باضرار علی البدن، وتنشأ منہ امراض معضلۃ، وقد قیل: إن ھذہ الآیۃ جمعت اصول الصحۃ من جانب الغذاء، فالنھی عن السرف نھی ارشاد لا نھی تحریم۔“ (القسم الاول: ج۸ ص۹۵)

ترجمہ:اور کھانے میں بہت زیادہ گوشت اور چربی کا استعمال نہ کرو، کیوں کہ اس سے جسم میں بہت ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور لا علاج بیماریاں پیدا ہوتی ہیں،ایک قول کے مطابق اس آیت میں غذا کے لحاظ سے صحت کے تمام اصول ذکر کر دیئے گئے ہیں،تو یہاں فضول خرچی سے ممانعت بطور ارشاد ہے بطور تحریم نہیں۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

”شان نزول:کلبی کا قول ہے کہ بنی عامر زمانہ حج میں اپنی خوراک بہت ہی کم کر دیتے تھے اور گوشت اور چکنائی تو بالکل کھاتے ہی نہ تھے اور اس کو حج کی تعظیم جانتے تھے،مسلمانوں نے انہیں دیکھ کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ایسا کرنے کا زیادہ حق ہے،اس پر یہ نازل ہوا کھاؤ اور پیو، گوشت ہو یا چکنائی ہو اور اسراف نہ کرو اور وہ یہ ہے کہ سیر ہو چکنے کے بعد بھی کھاتے رہو، یا حرام کی پرواہ نہ کرو۔اور یہ بھی اسراف ہے کہ جو چیز اللہ نے حرام نہ کی اس کو حرام کرلو،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کھا جو چاہے اور پہن جو چاہے،اسراف اور تکبر سے بچتا رہ۔“(خزائن العرفان،ص ۲۲۳)

معالم التنزیل للبغوی میں ہے:

”قال السدی: لا تسرفوا ای لا تعطوا اموالکم فتقعدوا فقراء، قال الزجاج علی ھذا اذا اعطی الانسان کل مالہ ولم یوصل إلی عیالہ شیئا فقد اسرف“ (ج ۲ ص ۱۴۶)

ترجمہ: سدی نے کہا کہ فضول خرچی نہ کرو کا مطلب یہ ہے کہ اپنا پورا مال نہ لٹا دو کہ فقیر ہو جاؤ، زجاج نے کہا کہ اسی لیے اگر انسان اپنا پورا مال خرچ کر ڈالے اور اپنے اہل عیال کو کچھ نہ دے تو یہ بھی اسراف ہے۔

اخراجات میں فضول خرچی اللہ کو پسند نہیں:

ارشاد الٰہی ہے:

وَھُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّ غَیۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ وَّ النَّخۡلَ وَ الزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُکُلُہٗ وَ الزَّیۡتُوۡنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِھًا وَّ غَیۡرَ مُتَشَابِہٍ کُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِہٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَ اٰتُوۡا حَقَّہٗ یَوۡمَ حَصَادِہٖ وَ لَا تُسۡرِفُوۡا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ۔ (الانعام: ۱۴۱)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پیدا کیے باغ، کچھ زمین پر چھپے ہوئے اور کچھ بے چھپے اور کھجور اور کھیتی جس میں رنگ رنگ کے کھانے اور زیتون اور انار کسی بات میں ملتے اور کسی میں الگ کھاؤ اس کا پھل جب پھل لائے اور اس کا حق دو جس دن کٹے اور بے جا خرچ نہ کرو، بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔ (کنز الایمان)

تفسیر طبری میں ہے:

”السرف الذی نھی اللہ عنہ في ھذہ الآیۃ مجاوزۃ القدر في العطیۃ إلی ما یجوف رب المال“ (جامع البیان، ج ۹ ص ۶۱۴)۔

ترجمہ: اس آیت میں جس فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد اس قدر بخشش کرنا ہے کہ صاحب مال تہی دست ہو جائے۔

التحریر والتنویر میں ہے:

”فبین ان الاسراف من الاعمال التی لا یحبھا فھو من الاخلاق التی لا یحبھا فھو من

الاخلاق التی یلزم الانتهاء عنها، و نفی المحبۃ مختلف المراتب، فیعلم ان نفی المحبۃ یشتد بمقدار قوۃ الاسراف، و ھذا حکم مجمل و ھو ظاھر فی التحریم''۔(القسم الاول، ج ۸ ص ۱۲۳)

ترجمہ: تو اس آیت میں واضح کیا گیا کہ فضول خرچی ان اعمال میں سے ہے جو اللہ کو پسند نہیں، لہٰذا یہ ان عادات میں سے ہے جو خدا کو پسند نہیں، تو اس سے بچنا لازم ہے اور محبت کی نفی مختلف المراتب ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اسراف کی قوت کے ساتھ محبت کی نفی بھی شدید ہوتی جائے گی۔

خزائن العرفان میں ہے:

''حضرت مترجم قدس سرہٗ کا اسراف کا ترجمہ ''بے جا خرچ کرنا'' سے فرمانا نہایت ہی نفیس ترجمہ ہے، اگر کل مال خرچ کر ڈالا اور اپنے عیال کو کچھ نہ دیا اور خود فقیر بن بیٹھا تو سدی کا قول ہے کہ یہ خرچ بے جا ہے، اور اگر صدقہ دینے ہی سے ہاتھ روک لیا تو یہ بھی بے جا اور داخل اسراف ہے، جیسا کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سفیان کا قول ہے کہ اللہ کی اطاعت کے سوا اور کام میں جو مال خرچ کیا جاوے وہ قلیل بھی ہو تو اسراف ہے، زہری کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ معصیت میں خرچ نہ کرو، مجاہد نے کہا کہ حق اللہ میں کوتاہی کرنا اسراف ہے اور ابو قبیس پہاڑ سونا ہو اور اس تمام کو راہ خدا میں خرچ کر دو تو اسراف نہ ہو اور ایک درہم معصیت میں خرچ کرو تو اسراف۔(ص ۲۱۲)

اخراجات میں اعتدال کا واضح قرآنی حکم:

ارشاد الٰہی ہے:

وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَةً إِلَى عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا

(الاسراء:۲۹)

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا۔ تھکا ہوا۔(کنزالایمان)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

''یہ تمثیل ہے جس سے انفاق یعنی خرچ کرنے میں اعتدال رکھنے کی ہدایت منظور ہے اور بتایا جاتا ہے کہ نہ تو اس طرح ہاتھ روکو کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو۔ اور یہ معلوم ہو کہ گویا ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا

ہے، دینے کے لیے ٹل ہی نہیں سکتا، تو سبب ملامت ہوتا ہے کہ بخیل کنجوس کو سب برا کہتے ہیں۔ اور نہ ایسا ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہے۔

شانِ نزول:

ایک مسلمان بیوی کے سامنے ایک یہودیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخاوت کا بیان کیا اور اس میں حد تک مبالغہ کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترجیح دے دی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سخاوت اس انتہا پر پہنچی ہوئی تھی کہ اپنی ضروریات کے علاوہ جو کچھ بھی ان کے پاس ہوتا سائل کو دے دینے سے دریغ نہیں فرماتے، یہ بات مسلمان بیوی کو ناگوار گزری اور انھوں نے کہا کہ انبیا علیہم السلام سب صاحب فضل و کمال ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جود و نوال میں کچھ شبہ نہیں، لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے چاہا کہ یہودیہ کو حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جود و کرم کی آزمائش کرا دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی چھوٹی بچی کو حضور علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات کی خدمت میں بھیجا کہ حضور سے قمیص مانگ لائے اس وقت حضور کے پاس ایک ہی قمیص تھی جو زیب تن تھی، وہی اتار کر عطا فرما دی اور اپنے آپ نے دولت سرائے میں تشریف رکھی، شرم سے باہر تشریف نہ لائے۔ یہاں تک کہ اذان کا وقت آیا، اذان ہوئی، صحابہ نے انتظار کیا، حضور تشریف نہ لائے تو سب کو فکر ہوئی، حال معلوم کرنے کے لیے دولت سرائے اقدس حاضر ہوئے، تو دیکھا کہ جسم مبارک پر قمیص نہیں ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ص ۴۱۳)

طاقت بھر خرچ کرنے کا حکم:

ارشاد الٰہی ہے:

لِیُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهُ فَلْیُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا مَا آتَاهَا سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُسْراً۔ (الطلاق: ۷)

ترجمہ: مقدور والا (مطلقہ عورتوں کو اور دودھ پلانے والی عورتوں کو) اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے، جو اسے اللہ نے دیا، اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا، مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے، قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی پیدا فرما دے گا۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں ایک خاص مسئلے سے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے، وہ یہ کہ کوئی شخص اگر کسی عورت کو طلاق دے دے یا کسی سے اپنے بچے کو دودھ پلائے تو اس کو اپنی حیثیت کے مطابق نان ونفقہ دے، مگر آیت اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے، شادی اور دیگر تقریبات میں لوگ اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں، اپنی شان بڑھانے کے لیے قرض لے کر دکھاوا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اس آیت میں تنبیہ ہے کہ اپنی طاقت بھر ہی خرچ کریں تاکہ خوش حال رہیں، قرض کے بوجھ تلے نہ دبیں اور پرسکون زندگی بسر کریں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے اخراجات میں میانہ روی کا درس:

ارشاد ربانی ہے:

''فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي سُنبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ۔ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ۔''(یوسف:۴۷-۴۸)

ترجمہ: تو جو کاٹو اسے اس کی بالی میں رہنے دو، مگر تھوڑا جتنا کھالو، پھر اس کے بعد سات برس کرّے آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے جمع کر رکھا تھا، مگر تھوڑا جو بچا لو۔

ان آیات میں اس بات کا درس دیا گیا ہے کہ آدمی جو کمائے اسے کل کے لیے بچا کر رکھے، ایسا نہ ہو کہ جو کمائے سب کھا جائے، مشکل اوقات میں یہی جمع پونجی کام آتی ہے، جو لوگ اسراف کر کے اپنا سارا مال تباہ کر لیتے ہیں ان کے لیے ان آیات میں واضح پیغام ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنی کمالی کا کچھ حصہ بچا کر رکھنا چاہیے تاکہ وقت ضرورت کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔

دنیاوی دولت صرف اللہ کی ملکیت ہے:

ارشاد الٰہی ہے:

''اٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ فَالَّذِينَ اٰمَنُوا مِنكُمْ وَاَنفَقُوا لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيمٌ۔''(الحدید:٦)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا اور جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔
(کنز الایمان)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

جو تم سے پہلے تھے اور تمہارا جانشین کرے گا تمھارے بعد والوں کو معنی یہ ہیں کہ جو مال تمہارے قبضے میں ہیں سب اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس نے تمہیں نفع اٹھانے کے لیے دے دیے ہیں، تم حقیقۃً ان کے مالک نہیں ہو، بمنزلہ نائب ووکیل کے ہو، انہیں راہ خدا میں خرچ کرو اور جس طرح نائب اور وکیل کو مالک کے حکم سے خرچ کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا تو تمہیں بھی کوئی تامل وتردُّد نہ ہو۔(ص:۸۷۷)

ان آیات میں واضح کر دیا گیا ہے کہ بندے کے پاس جو بھی مال و دولت ہے سب خدا کی ملکیت ہے، وہ محض اس کو خرچ کرنے کا مجاز بنایا گیا ہے، لہذا نہ تو فضول خرچی کرے نہ ہی بخالت سے کام لے، معصیت میں خرچ کر کے اسراف نہ کرے اور راہ خدا میں صرف نہ کر کے بخالت کا شکار نہ ہو، بلکہ اسے خدا کی ملکیت سمجھتے ہوئے حسب ضرورت اچھے کاموں میں خرچ کرے، بے اعتدال کا مظاہرہ نہ کرے۔

اخراجات میں میانہ روی - حدیث کی روشنی میں

مال کے بارے میں محاسبہ ہوگا:

قیامت کے دن اللہ جل مجدہ مال کے بارے میں انسان سے محاسبہ فرمائے گا، چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی سے مروی ہے:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزول قدما عبد یوم القیمۃ حتی یسأل عن عمرہ فیما افناہ، وعن عملہ فیم فعلہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیم انفقہ وعن جسمہ فیم ابلاہ''۔(رواہ الترمذی، حدیث: ۲۴۱۷۔مرقاۃ جزء۸ ص ۳۲۵۴)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بندے کے قدم ہٹنے نہیں پائیں گے جب تک اللہ اس سے یہ نہ سوال فرمالے گا کہ زندگی کیسے گزاری، عمل کیسا کیا، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جسم کا استعمال کیسے کیا؟

تطریز ریاض الصالحین میں ہے:

''ای من موقفہ للحساب حتی یسأل عن عمرہ فیما افناہ أفی طاعۃ ام معصیۃ، وعن عملہ فیم عملہ لوجہ اللہ تعالیٰ خالصا او ریأو سمعۃً وعن مالہ من این اکتسبہ أمن حلال اؤ حرام وفیما انفقہ أفی البر والمعروف او الاسراف والتبذیر وعن جسمہ فیما ابلاہ أفی طاعۃ اللہ او معاصیہ۔''(ص:۲۷۵)

ترجمہ: یعنی بندہ موقف حساب سے اس وقت تک نہیں ہٹنے پائے گا جب تک اس سے یہ سوالات نہ کر لیے جائیں گے کہ عمر کہاں بسر کی، طاعت میں یا نافرمانی میں، عمل کیسے کیا، اللہ کی رضا کے لیے یا دکھاوے کے لیے، مال کہاں سے کمایا حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے اور کہاں خرچ کیا نیکی میں یا فضول خرچی میں اور جسم کیسے استعمال کیا، اللہ کی اطاعت میں یا اس کی نافرمانیوں میں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مال اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے اور ہر نعمت کی طرح مال کے بارے میں بھی سوال ہوگا، اگر اچھے کام میں اعتدال کے ساتھ خرچ کیا تو مستحق ثواب ہوگا ورنہ مستحق عقاب۔

اخراجات میں بے اعتدالی اللہ کو پسند نہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان اللّٰہ یرضي لکم ثلاثا و یکرہ لکم ثلاثا، فیرضی ان تعبدوہ و لا تشرکوا بہ شیئا، و ان تعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا و لا تفرقوا و یکرہ لکم قیل و قال، و کثرۃ السوال و إضاعۃ المال'' (مسلم، باب النھی عن کثرۃ المسالۃ، حدیث:۱۷۱۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری تین چیزوں کو پسند فرماتا ہے اور تین کو ناپسند، اسے یہ پسند ہے کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھو اور منتشر نہ ہو، اور اسے یہ ناپسند ہے کہ قیل قال کرو، زیادہ سوال کرو اور مال برباد کرو۔

امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

''قولہ اضاعۃ المال ای صرفہ في غیر ماینبغی۔'' (۲۵/ ۳۴)

یعنی اضاعت مال سے مراد مال کا بے جا خرچ کرنا ہے۔

غریبی کا علاج:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضور میں بہت غریب ہوں، اور میری کفالت میں ایک یتیم ہے، اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کل من مال یتیمک غیر مسرف و لا مباذر و لا متأثل'' (النسائی، حدیث:۳۶۶۸)

ترجمہ: اپنے یتیم کے مال سے کھاؤ مگر اسراف وتبذیر نہ کرو نہ اپنے لیے مال جمع کرو۔

عمدۃ القاری میں ہے کہ امام نخعی نے فرمایا:

”لا یلبس الکتان و لا الحلل و لکن مایستر العورۃ ویا کل مایسد الجوعۃ“

(ج ۱۴ ص ۵۸)

ترجمہ: نہ سلک کے کپڑے پہنے نہ زیورات، بلکہ اتنا کپڑا پہنے جو ستر عورت کے لیے کافی ہو اور اتنا کھائے جو بھوک مٹا سکے۔

اسراف وتکبر سے بچو:

حدیث شریف ہے:

”عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ ﷺ کلوا، واشربوا و تصدقوا والبسوا ما لا یخالطہ اسراف او مخیلۃ۔“ (ابن ماجہ: ۳۶۰۵)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور لباس پہنو مگر فضول خرچی اور تکبر سے بچو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی امام موفق عبد اللطیف بغدادی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”یہ حدیث انسانی تدبیر کے تمام فضائل کو جامع ہے، اس میں دنیا و آخرت دونوں میں جان وجسم کی تدبیر کا تذکرہ ہے، کیوں کہ کسی بھی شئے میں فضول خرچی جسم اور معیشت دونوں کے لیے نقصان دہ ہے، یہ اسے بربادی کی طرف لے جاتی ہے اور روح کے لیے بھی نقصان دہ ہے کیوں کہ اکثر حالات میں نفس جسم کے تابع ہے اور تکبر نفس کے لیے مضر ہے کیوں کہ اس سے خودستائی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کے لیے بھی مضر ہے کیوں یہ باعث گناہ ہے اور دنیا میں بھی خسارہ کا سبب ہے کیوں اس سے لوگوں کی ناراضگی مول لینی پڑتی ہے۔ (فتح الباری، ج ۱۰ ص ۲۵۳)

اخراجات میں میانہ روی نبوی خصلت ہے:

حدیث شریف میں ہے:

”السمت الحسن والتؤدۃ والاقتصاد جزء من اربعۃ وعشرین جزءً من النبوۃ“

(اخرجہ الترمذی: ۲۰۱۰، والبطرانی فی المعجم الاوسط: ۱۰۱۷)

ترجمہ: اچھی ہیئت، وقار اور میانہ روی کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے، مطلب یہ ہے کہ تینوں باتیں نبوی اخلاق وشمائل میں سے ہیں، لہٰذا ہر امر کی طرح انفاق میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے تاکہ اخلاق نبوی کا کچھ حصہ ہمیں بھی میسر آجائے۔

فضول خرچی شیطان کی معاونت ہے:

حدیث شریف میں ہے:

”فراش للرجل و فراش لامرأته والثالث للضيف و الرابع للشيطان“ (شرح النووی علی مسلم جزء ۱۴ ص ۲۵۰)

ترجمہ: ایک بستر خود اپنے لیے ہوتا ہے، ایک اہلیہ کے لیے، تیسرا مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے ہوتا ہے۔

یعنی آدمی کو صرف اپنی ضرورت بھر کے مال واسباب کی فکر کرنی چاہیے، ضرورت سے زیادہ متاع حیات بے کار ہے، اس کی جگہ پر کسی غریب کا گھر بسا دیا جائے، کسی بیمار کا علاج کرا دیا جائے، کسی کے بچے کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کر دیا جائے، کسی غریب بیٹی کی شادی کرا دی جائے۔ یہ سب امور خیر ہیں اور باعث اجر و ثواب بھی ہیں، اس سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیے جو ضرورت سے زیادہ گھر، گاڑی، کپڑے، زیورات اور دیگر اشیا جمع کرتے ہیں۔

اخراجات میں میانہ روی آدھی معیشت ہے:

حدیث شریف ہے:

”الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة و التودد إلى الناس نصف العقل و حسن السوال نصف العلم“ (اخرجه الطبرانی فی المعجم الاوسط: ۶۷۴۴)

ترجمہ: خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت ہے، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک نصف عقل ہے اور حسن سوال نصف علم ہے۔

انفاق میں میانہ روی سے فقر دور ہوتا ہے:

حدیث شریف میں ہے:

”ما عال من اقتصد“ (رواه الامام احمد: ۴۲۶۹)

ترجمہ: یعنی جو اخراجات میں میانہ روی کرے وہ کبھی فقیر نہیں ہوگا۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے:

”جس نے میانہ روی اختیار کی اللہ اس کو غنی کر دے گا اور جس نے فضول خرچ کیا اللہ اس کو

تنگ دست کردے گا۔'' (مسند البزار، ۳۶۰۵)

ایک تیسری حدیث میں ہے:

''دولت مندی میں میانہ روی کتنی اچھی چیز ہے۔'' (مسند البزار: ۳۶۰۴)

اخراجات میں میانہ روی اقوال علما کی روشنی میں:

امام شافعی کا ارشاد ہے:

''التبذیر انفاق المال فی غیر حقه و لا تبذیر فی عمل الخیر'' (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج ۱۰ ص ۱۴۷)

ترجمہ: تبذیر مال کا ناحق خرچ کرنا ہے اور عمل خیر میں اسراف نہیں۔

امام قرطبی کا قول ہے:

''ھو حرام، ای التبذیر۔ لقوله تعالیٰ (فی سورة الاسراء) إن المبذرین کانوا اخوان الشیطین و قوله ''اخوان'' یعنی انھم فی حکمھم اذ المبذر ساع فی افساد کالشیاطین او انھم یفعلون ماتسول لھم انفسھم او انھم یقرنون بھم غداً فی النار'' (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱۰ ص ۲۴۸)

ترجمہ: تبذیر حرام ہے اللہ کے ارشاد: إن المبذرین (الخ) کی وجہ سے ''اخوان'' کا مطلب یہ ہے کہ مبذرین شیاطین کے حکم میں ہیں، کیوں کہ مبذر شیاطین کی طرح فساد انگیزی کی کوشش کرتا ہے یا شیطان ہی کی طرح مبذر اپنی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ کل قیامت میں جہنم میں دونوں ایک ساتھ ہوں گے۔

عثمان بن اسود فرماتے ہیں:

''کنت اطوف مع مجاھد بالبیت فقال لو انفق عشرة ألاف درھم فی طاعة اللّٰہ ما کان مسرفاً و لو انفق درھما واحدا فی معصیة اللّٰہ کان من المسرفین۔'' (تفسیر القرآن للسمعانی،: ج ۳ ص ۲۳۵)

ترجمہ: میں مجاہد کے ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر دس ہزار درہم اللہ کی اطاعت میں خرچ کیا جائے تو یہ اسراف نہیں ہوگا اور اگر اللہ کی معصیت میں ایک درہم بھی خرچ کر دیا جائے تو خرچ کرنے والا فضول خرچ کرنے والوں میں سے ہوگا۔

ابن جوزی نے فرمایا:

”العاقل یدیر بعقله عیشته فی الدنیا فان کان فقیرا اجتهد فی کسب و صناعة تکفه عن الذل للخلق . . . و ان کان غنیا فینبغی له ان یدبر فی نفقته خوف ان یفتقر فیحتاج الی الذل للخلق و ینبغی التوسط فی الاحوال“۔ (صید الخاطر ص:۴۹۸)

ترجمہ: ”عقل مند اپنی دنیاوی زندگی اپنی عقل مندی سے چلاتا ہے، چنانچہ اگر غریب ہوتا ہے تو محنت و مشقت کرتا ہے جو اسے مخلوق کے سامنے رسوائی سے بچاتی ہے۔

اور اگر مال دار ہوتا تو تو اس کے لیے مناسب ہوتا ہے کہ وہ اپنا مال اعتدال سے خرچ کرے، اس ڈر سے کہ کہیں غربت میں مبتلا ہو کر مخلوق کے سامنے رسوا نہ ہو جائے۔ بہر حال تمام احوال میں اعتدال لازم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

”کل ماشئت و البس ماشئت ما اخطأتک اثنتان سرف او مخیلة“۔ (فتح الباری ، جزء:۱۰ ص:۲۶۴)

ترجمہ: جو چاہو کھاؤ پہنو، صرف دو کام نہ کرو فضول خرچی اور تکبر۔

اخراجات میں بے اعتدالی کے نقصانات:

(۱) اللہ کی ناراضگی- کما قال اللہ تعالیٰ: انه لا یحب المسرفین۔ (الانعام:۱۴)

(۲) جسمانی صحت کو نقصان- کما قال تعالی: ”کلوا واشربوا ولا تسرفوا“ (الاعراف:۳۱)

(۳) قیامت کے دن سخت محاسبہ جیسا کہ ماسبق میں گزرا۔

(۴) حرام کمائی کی طرف رغبت کا پیدا ہونا۔ ”کما قال ابن عاشور: والاسراف اذا اعتاده المرء حمله علی التوسع فی تحصیل المرغوبات من ملذة إلی ملذة فیرتکب لذالک مذمات کثیرة“ یعنی انسان جب اسراف کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر حصول لذات کے لیے بہت ساری برائیاں کرتا ہے۔

(۵) گھر کی بدحالی، خاندان کی تباہی۔

(۶) اسراف سے عجب و تکبر پیدا ہوتا ہے، تفاخر کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، کمال قال اللہ تعالی: وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَه إِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوا یَقْتَرِفُوْن۔ (الانعام:۱۲۰)

(۷) قرض لے کر ذلت ورسوائی کا شکار ہونا۔

(۸) غریبوں کی دل آزادی۔

(۹) اقتصاد ومعیشت کی تباہی۔

بہر حال مال اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، ہمیں اس کی قدر کرتے ہوئے مناسب جگہ اسے خرچ کرنا چاہیے، ناحق خرچ کر کے ہم اللہ کا عذاب نہ مول لیں، قرآن میں ارشاد ہے ''وَلَتُسْئَلُنَّ یَوْ مَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ'' قیامت کے دن تم سے ہر نعمت کے بارے میں سوال ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مصارف میں میانہ روی کی توفیق بخشے اور اسراف سے محفوظ فرمائے۔

یادداشت

یادداشت

یادداشت

یادداشت

دین اسلام ایک معتدل مذہب ہے۔اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط، نہ غلو ہے نہ تقصیر، نہ دینِ موسوی کی طرح سختی ہے نہ دین عیسوی کی طرح حد سے زیادہ نرمی، بلکہ افراط وتفریط کے بین بین ہے۔اسی لیے اس مذہب نے اپنے تمام پیروکاروں کو اعتدال کا حکم دیا ہے، نظام زندگی کے ہر شعبے میں میانہ روی کا امر فرمایا ہے۔خود پیغمبر اسلام نے قولاً وعملاً اعتدال کا مظاہرہ فرمایا اور تمام امت محمدیہ کو توسط و اعتدال کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

مصارف واخراجات انسانی زندگی کا لازمہ ہیں، حوائج زندگی کی تکمیل کے لیے انسان کو انفاق کی ضرورت پیش آتی ہے، اپنے کمائے ہوئے مال سے خرچ کر کے انسان اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے، مذہب اسلام نے انسان کی اس شعبے میں بھرپور رہنمائی فرمائی ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر انفاق میں میانہ روی کا درس دیا ہے، اخراجات میں میانہ روی سے انسان کی معیشت مضبوط ہوتی ہے۔اس کی کمائی میں برکت ہوتی ہے، اس کے اہل وعیال خوش حال رہتے ہیں اور وہ کسی کا دست نگر نہیں رہتا ہے۔

ناشر: مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی انڈیا
Muballigh-E-Islam Reserch Center
Mumbai- India